﴿طب جدید﴾

عصر حاضر میں طب جدید کی بعض نئی تحقیقات

اور اُن کا فقہی جائزہ

مقالہ نگار

غلام قادر نعمانی

نگران شعبہ تخصص والافتاء

جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

پیش کردہ:

چھٹا بنوں فقہی اجتماع

بعنوان: جدید میڈیکل سائنس اور متعلقہ فقہی مسائل

بمورخہ: ۱۸۔۱۹ نومبر ۲۰۰۶ بمطابق ۲۷۔۲۸ شوال المکرّم

بمقام: جامعہ المرکز الاسلامی پاکستان بنوں

نمبر شمار	ذیلی عنوانات	نمبر شمار	ذیلی عنوانات
۱	ضرورت کے اقسام	۵	زینت
۲	ضرورت	۶	فضول
۳	حاجت	۷	رخصت کے اقسام
۴	منفعت	۸	اسباب یسر و سہولت کے اقسام

الحمد الله الذی هدانا الی الاسلام و مالنا لنهتدی لو لا ان هدانا الله هو الرحمن علم القران خلق الانسان علمه البیان هو الرب الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم و صلی الله تعالیٰ علی من بعث معلما و بشیرا و نذیراً الی کافة الناس. اما بعد

سب سے پہلے میں المرکز الاسلامی بنوں پاکستان کے منتظمین کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جن کی کوششوں کی بدولت یہ فقہی اجتماع منعقد ہو رہا ہے جس میں چیدہ چیدہ جدید اہم مسائل کے بابت تحقیقات ہو رہی ہیں جو کہ فی زمانہ بہت ضروری ہے۔

چونکہ نئے نئے مسائل جنم لے رہے ہیں لہذا ان کا حل کرنا فقہائے کرام اور محققین کی ذمہ داری ہے۔ مسائل کا حل کرنا باہمی

مشاورت سے ہی ممکن اور ضروری ہے کیونکہ ہمارے امام صاحب نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا تھا، کہ آپ باہمی مشاورت سے مسائل کا استخراج اور استنباط فرماتے اور اسی میں امت کیلئے سہولت اور آسانی ہے۔

میں آپ سب فقہائے کرام اور محققین کا انتہائی قدردان ہوں وراس اجتماع میں شرکت کو اپنے لئے سعادت سمجھتا ہوں۔

عزیز سامعین اور محققین حضرات!

اللہ تعالیٰ اس پوری کائنات کا خالق و مالک ہے۔ وہ حکیم وخبیر ذات ہے اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں جس چیز میں انسانیت کا فائدہ ہے اسے کرنے کا حکم دیا اور جس چیز میں ضرر اور نقصان ہے اسے حرام قرار دیا۔

اسلامی قوانین ایک مکمل ضابطہ حیات ہے یہ وہ واحد قانون ہے جو انسان کی تمام بنیادی حاجات اور ضروریات کی تکمیل کرتا ہے۔ اس کا کوئی دفعہ ایسا نہیں جس میں لوگوں کے اجتماعی اور انفرادی کسی بھی پہلو کو نظر انداز کیا گیا ہو۔ اسلام دین فطرت ہے یہ اس رب کی طرف سے عطا کردہ ہے جو اپنے بندوں کے خیر وشر سے بخوبی واقف ہے۔ لہذا اسلامی شریعت ایسی شریعت ہے جس میں انسانی کمزوریوں کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ قرآن واحادیث میں بار باراس کی وضاحت کی گئی ہے کہ احکام شریعت میں حرج نہیں ہے۔

یعنی احکام شریعت اتنے مشکل اور ناقابل عمل نہیں کہ انسان کو اس میں کسی قسم کی دشواری اور تنگی کا سامنا کرنا پڑے۔ بلکہ تنگی اور دشواری کے حالات میں اسلامی شریعت باقاعدہ احکام میں تخفیف کرتی ہے۔

موضوع پر بحث کرنے سے پہلے مندرجہ ذیل تین مقدمات کا ذکر ضروری سمجھ کر پیش کرتا ہوں۔

(۱) ضرورت کے اقسام

(۲) رخصت کے اقسام

(۳) یسر وسہولت کے اقسام

مقدمہ اولی

ضرورت کے اقسام:

فقہائے کرام نے ضرورت کے پانچ درجات ذکر کئے ہیں۔ علامہ حمویؒ شرح الاشباہ والنظائر میں انسانی ضرورت کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: قولہ ما ابیح للضرورۃ یتقدر بقدرھا الخ ھھنا خمسۃ مراتب، ضرورۃ وحاجۃ ومنفعۃ وزینۃ وفضول. فالضرورۃ بلوغہٗ حدا ان لم یتناول الممنوع ھلک اوقارب وھذایبیح تناول الحرام، والحاجۃ کالجائع الذی لو لم یجد مایاکلہ لم یھلک غیر انہ یکون فی جھدومشقۃ وھذالایبیح الحرام ویبیح الفطر فی الصوم والمنفعۃ کالذی یشتھی خبزالبرولحم الغنم والطعام الدسم والزینۃ کالمشتھی بحلوی

والسکر والفضول التوسع باکل الحرام والشبھة.

(۱) ضرورت

سب سے پہلا درجہ ضرورت کا ہے۔ضرورت وہ درجہ ہے جس میں انسان شدت بھوک اور پیاس کی وجہ سے اس حالت کو پہنچ جائے کہ اگر وہ حرام چیز کو نہیں کھائے گا تو یقینی طور پر ہلاک ہو جائے گا یا ایسی حالت کو پہنچ جائے گا جہاں موت یقینی ہے ایسی صورت میں انسان کیلئے حرام اشیاء کا استعمال مباح ہو جاتا ہے۔اسی طرح ایک آدمی کو کھانے کے دوران کوئی لقمہ وغیرہ اٹک گیا اور وہاں بجز شراب کے اور کوئی چیز میسر نہ ہوا اور ہلاکت کا بھی خطرہ ہو تو ایسی صورت میں لقمہ نگلنے کے لئے شراب کا استعمال مباح ہوگا۔

(۲) حاجت

یہ وہ درجہ ہے جس میں شدت بھوک اور پیاس کی وجہ سے ہلاکت کا خطرہ تو نہیں ہے البتہ وہ سخت مصیبت اور شدت مشقت میں مبتلا ہو جائے گا تو ایسی حالت میں حرام چیز حلال تو نہیں مگر شرعاً کچھ سہولتیں دی جاتی ہے۔مثلا رمضان میں مشقت شدیدہ کی وجہ سے روزہ افطار کرنا،اسی طرح کھڑا نہ ہونے کی صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کی سہولت وغیرہ۔

(۳) منفعت:

یہ وہ درجہ ہے جس میں آدمی کو کسی قسم کا کوئی خطرہ نہ ہو نہ ہلاکت کا اور نہ کسی مصیبت اور مشقت کا۔بلکہ اس کی حالت بالکل درست ہو البتہ بدن کی تقویت کے لئے عمدہ غذائیں اور مقوی دواؤں کا استعما کرے جیسا کہ گندم کی روٹی،بکرے کا گوشت اور مرغن غذائیں وغیرہ تو ایسی حالت میں حرام مباح نہیں ہوتا۔

(۴) زینت:

یہ وہ درجہ ہے جس میں بدن کو تقویت پہنچانا مقصود نہ ہو بلکہ محض نفس کو خوش کرنا مقصود ہو ظاہر ہے کہ اس صورت میں کوئی حرام چیز مباح نہیں ہو سکتی البتہ مباح اشیاء حلوئی،فروٹ وغیرہ کا استعمال بشرط وسعت کر سکتا ہے۔

(۵) فضول:

یہ وہ درجہ ہے جس کے اختیار کرنے سے نہ دنیا کا کوئی فائدہ ہو اور نہ دین کا۔بلکہ دوسروں کو دکھانے اور بڑا بننے کی اپنی ہوس کی تکمیل مقصود ہو۔ایسی حالت میں محرمات کی اباحت تو درکنار حلال مال خرچ کرنے کی بھی شریعت اجازت نہیں دیتی،بلکہ ایسی حالت میں خرچ کو شریعت نے اسراف کہا ہے اور اس میں مشغول ہونے والے کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے۔

رخصت کے اقسام:

علامہ محمد خالد الدتاسیؒ رخصت کے اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ثم هذة الرخصة ثلاثة انواع نوع هو مباح كا كل الميتة والدم ولحم الخنزير وشرب الخمر عند المجاعة او العطش اوعند الاكراه التام بقتل او قطع عضو فهذه الاشياء تباح عند الاضطرار لقوله تعالىٰ الاما اضطرر تم اليه اى دعتكم شدة المجاعة الى اكلها ولاستشناء من التحريم اباحة ونوع لا تسقط حرمته بحال ولكن يرخص فيه كاتلاف مال المسلم والقذف فى عرضه واجراء كلمة الكفر على لسانه مع اطمينان القلب بالايمان اذا كان الاكراه تاما فهو فى نفسه محرم مع ثبوت الرخصة فاثر الرخصة فى تغير حكم الفعل وهو المواخذة لا فى تغير وصفه وهو الحرمة والامتناع عنه افضل حتى لوامتنع فقتل كان ماجورا و نوع لايباح ولا يرخص اصلاً لا بالاكراه التام ولا بخلافه كقتل المسلم او قطع عضو منه بغير حق والزنا وضرب الوالدين.

مذکورہ بالا عبارت کا مفہوم اس طرح ہے کہ رخصت کی تین قسمیں ہیں یعنی علامہ محمد خالد الدتاسیؒ نے رخصت کو تین قسموں میں منقسم کیا ہے۔

پہلی قسم:

پہلی قسم یہ ہے کہ اس میں حرام چیز مباح ہو جاتی ہے اور حرمت بھی باقی نہیں رہتی۔ جیسا کہ شدت بھوک میں ایسی حالت ہو جائے کہ ہلاکت کا خطرہ ہو تو ایسی حالت میں مردہ جانور کا گوشت اور خنزیر کا گوشت کھا سکتا ہے۔ اگر اور کوئی حلال چیز میسر نہ ہو اسی طرح شدت پیاس کی وجہ سے جان کا خطرہ ہو تو خون، پیشاب اور شراب پینے کی اجازت ہے اسی طرح اکراہ تام یعنی جان سے مارڈالنے کی یا کسی عضو کو کاٹنے کی دھمکی دینے کی صورت میں مذکورہ بالا حرام اور ممنوع اشیا کا استعمال مباح اور جائز ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اکراہ تام اور جبر تام نہیں ہے مثلاً حبس اور قید کرنے کی دھمکی یا ایسی ضرب (مارنے) کی دھمکی دینا جس سے جسم یا عضو کے ہلاک ہونے کا اندیشہ نہیں تو اس صورت میں ضرورت کے پیش نظر مذکورہ بالا اشیاء کا استعمال یعنی مردہ جانور یا خنزیر کا گوشت اور شراب وغیرہ کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

دوسری قسم:

اس میں ضرورت کی وجہ سے اشیاء محرمات کی حرمت تو کسی حال میں ساقط نہ ہوگی البتہ حرمت باقی رہتے ہوئے ضرورت مند کو بوجہ ضرورت ممنوع کام کرنے کی رخصت دی جائے۔ مثلاً کسی مسلمان کے مال کو نقصان پہنچانا، کسی کے ذات پر تہمت لگانا، یہ افعال فی نفسہ حرام ہیں لیکن مضطر و مکرہ کے لئے بوجہ مجبوری رخصت ہوگی۔ ہاں اگر مجبور نے صبر کر کے اس فعل کے ارتکاب کرنے سے گریز کی تو نہ صرف گناہ سے بچے گا بلکہ ثواب بھی ملے گا۔

تیسری قسم:

صاحب مجلّہ نے اس کو تیسری قسم شمار کیا ہے لیکن درحقیقت یہ پہلی دوقسموں سے استثناء ہے وہ اس طرح کہ اضطرار کی حالت میں شریعت نے بعض محرمات کے ارتکاب کی اجازت ورخصت دی ہے سب کی نہیں۔ یعنی شریعت میں تمام محرمات کو مباح نہیں قرار دیا بلکہ اس رخصت سے بعض محرمات کو مستثنیٰ قرار دیا ہے جو کہ کسی حال میں مباح نہیں ہوتی خواہ اکرہ واضطراری کیفیت ہو یا اختیاری جیسا کہ کسی مسلمان کا قتل کرنا، اس کے کسی عضو کو کاٹ دینا، زنا کرنا، والدین کو مارنا۔

علامہ خالد الدتاسیؒ رخصت کے انواع بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اذا عرفت هذا فهذا القاعدة لا تناول النوع الا خير لانه لايباح بحال من الاحوال بل تناول النوع الاول مع ثبوت اباحته والثانی مع بقائه علی الحرمة، والترخيص انما هو فی رفع الاثم الخ. شرح المجله ج ا ص ٥٦.

کہ جب آپ کو رخصت کے تینوں انواع معلوم ہوگئے تو اس سے اس کی وضاحت ہوتی ہے کہ فقہ کا قانون "الضرورات تبيح المحظورات" رخصت کی تیسری قسم کو شامل نہیں بلکہ اس قاعدہ کے تحت رخصت کی صرف قسم اول مع ثبوت الاباحۃ کے ساتھ اور رخصت کی قسم ثانی مع بقاء الحرمۃ آتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ رخصت کی ان تین قسموں میں پہلی قسم میں حرمت علی الاطلاق سقوط کی گنجائش رکھتی ہے خواہ اکراہ کا عذر ہو یا اکراہ کا عذر نہ ہو مثلاً شراب، مردار اور خنزیر کے گوشت کی حرمت، ان چیزوں کی حرمت حالت اختیار میں تو ثابت ہوتی ہے لیکن حالت اضطرار میں اللہ تعالیٰ کے قول "وقد فصل لكم ماحرم عليكم الاما اضطررتم اليه" کی وجہ سے دو حالتوں میں حالت مخمصہ اور اکراہ میں مذکورہ حکم سے یہ مستثنیٰ قرار دیا گیا۔

رخصت کی دوسری قسم سقوط کا احتمال تو نہیں رکھتی لیکن رخصت کا احتمال ضرور رکھتی ہے مثلاً کلمہ کفر کا اجراء لذاتہ قبیح ہے اور اجراء کی حرمت ساقط نہیں ہے لیکن اکراہ کی حالت میں جبکہ دل مطمئن ہو شریعت نے رخصت دی ہے۔ رخصت کی تیسری قسم میں حرمت میں رخصت کی کوئی گنجائش نہیں ہے مثلاً زنا بالمرأۃ یہ عذر اکراہ کی صورت میں حلال نہیں ہوتا۔

ہماری بحث طب جدید کا تعلق رخصت کی قسم اول کے ساتھ ہے باقی دو اقسام کے ساتھ نہیں۔ یعنی وہ رخصت جس میں حرمت علی الاطلاق سقوط کی گنجائش رکھتی ہے۔

مقدمہ ثالثہ

اسباب یسر وسہولت کے اقسام:

اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کیلئے اور زندگی گزارنے کے لئے ضابطہ اور حدود مقرر کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی کمزوری

سے اچھی طرح واقف ہے انسانی کمزوری کا لحاظ کر کے عمومی ضابطہ سے بعض مسائل میں مخصوص حالتوں میں یسر کا معاملہ فرمایا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر" اسی طرح :وما جعل علیکم فی الدین من حرج" شریعت میں رخصت اور احکامات میں تخفیف یسر کے لئے واضح دلیل ہے۔ اسی قسم کی آیتوں سے فقہائے کرام نے "المشقة تجلب التیسیر" کا اصول مستنبط کیا ہے۔ لیکن افسوس کہ نفسانی خواہشات کے ڈسے ہوئے لوگ اسی قاعدہ کو بہانہ بنا کر شریعت اسلامی کے پرخچے اڑا رہے ہیں۔ لہذا اس قاعدہ کے کچھ قیود اور شرائط کی تشریح کرنی چاہیئے۔ علامہ ابن نجیم مصریؒ اس قاعدہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اعلم ان اسباب التخفیف فی العباد اة وغیرها سبعة الاول السفر، الثانی المرض ورخصه کثیره (الی ان قال) والتداوی بالنجاسات وبالخمر علی احد القولین واختار قاضی خان عدمه واباحة النظر للطبیب حتی العورة والسوأتین الثالث الاکراه، الرابع النسیان الخامس الجهل، السادس العسر وعموم البلوی کالصلوة مع النجاسة المعفو عنها. السابع النقص فانه نوع من المشقة فناسب التخفیف فمن ذلک عدم لتکلیف الصبی والمجنون الخ (الاشباه والنظائر ج ۱ ص ۲۲۶)

یعنی احکامات میں تخفیف سات اسباب کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔

(۱) سفر:

اسباب تخفیف میں پہلا سبب سفر ہے جو خود مشقت کے قائم مقام ہے سفر کی دو قسمیں ہیں۔ پہلا وہ سفر جو ۷۸ کلومیٹر کا ہو یعنی شرعی سفر ہو اس کے ساتھ مندرجہ ذیل تخفیفات متعلق ہیں۔ قصر صلوٰۃ، افطار روزہ، ایک دن اور رات سے زائد موزوں پر مسح کی اجازت اور قربانی کا ساقط ہونا وغیرہ۔ دوسرا وہ سفر ہے جو شرعی مسافت سے کم ہو جس کی وجہ سے جمعہ، عیدین کے ترک کی رخصت مل جاتی ہے تیمم جائز ہو جاتا ہے۔

(۲) مرض:

اسباب تخفیف میں سے یہ وہ سبب ہے جس میں بکثرت رخصتوں کا وقوع ہوتا ہے نفس پر خوف کا اندیشہ ہے یا عضو کی ہلاکت یا مرض میں اضافہ اور شفاء میں تاخیر کا اندیشہ ہو تو تیمم کا جواز، بیٹھ کر یا اشارہ سے نماز، رمضان میں شیخ فانی کے لئے روزہ کے بجائے فدیہ کا کافی ہونا، محظورات احرام کی فدیہ کے ساتھ اباحت تداوی بالنجاسات وبالخمر کا جواز طبیب کیلئے مستور اعضاء پر نظر کا جواز، لقمہ اٹک جانے کی وجہ سے شراب پینے کا جواز وغیرہ ان رخصتوں میں شامل ہیں۔

(۳) اکراہ:

یعنی اکراہ کی صورت میں ان چیزوں کا اجراء مباح ہو جاتا ہے جو کہ غیر اکراہ کی صورت میں ناجائز ہیں۔

(۴) نسیان:

عبادات میں نسیان کی وجہ سے تخفیف آتی ہے حقوق اللہ میں کم از کم گناہ ساقط ہو جاتا ہے البتہ حقوق العباد میں نسیان کو عذر قرار نہیں دیا گیا ہے اگر بھول سے کسی کا مال ضائع کر دیا تو ضمان لازم ہوتا ہے۔

حقوق اللہ میں بعض جگہ نسیان مسقط حکم ہوتا ہے جیسا کہ روزہ دار کا کھانا پینا وغیرہ لیکن بعض جگہ نسیان مسقط حکم نہیں ہوتا جیسا کہ نمازی کھانا کھانے لگے تو نماز فاسد ہو جائے گی وغیرہ۔

(۵) جہالت:

جہل بھی سبب تخفیف ہے اور اس کی وجہ سے بعض مسائل میں مکلّف سے درگزر کی جاتی ہے۔

(۶) عسر وعموم بلویٰ:

جہاں ابتلاء عام ہو وہاں فرعی مسائل میں مکلّف سے مشقت دور کی جاتی ہے جیسا کہ کیچڑ کا پڑ جانا اور سوئی کی نوک کے برابر کپڑے پر پیشاب کی چھینٹ پڑ جانا وغیرہ۔

(۷) نقص:

عقل میں نقصان بھی سبب تخفیف ہے بچہ اور مجنون مکلّف نہیں ہیں۔ عورتوں پر جہاد، جمعہ و جماعت عائد نہیں ہوتا۔

خلاصہ یہ کہ جہاں احکام شرع کے مقابلہ میں مکلفین پر مشقت اور ضعف طاری ہوتا ہے وہاں کسی نہ کسی درجہ میں تخفیف آتی ہے۔ لیکن ہماری بحث ان اسباب تخفیف میں دوسری قسم مرض سے ہے۔

عزیز سامعین، فقہائے کرام اور محققین حضرات!

طب جدید کی قدیم اور بعض نئی تحقیقات کا فقہی جائزہ لینے کے لئے مذکورہ بالا تینوں مقدمات کو ضروری سمجھ کر ذکر کیا تا کہ تحقیق کرتے وقت ایک محقق اور فقیہ ضرورت پر بحث کرتے ہوئے ضرورت کے پانچ درجات میں سے درجہ اولیٰ (**بلوغ المكلف حداً ان لم يتناول الممنوع هلك اوقارب الهلاك وهذا يبيح تناول الحرام**) کو ملحوظ رکھے۔ اسی طرح طب جدید پر بحث کرتے ہوئے رخصت کے نوع اول (**نوع هو مباح كاكل الميتة والدم ولحم الخنزير وشرب الخمر عند المجاعة اولعطس فهذه الاشياء تباح عند الاضطرار**) کو ملحوظ رکھے۔

اور عام سائل واحکامات میں رخصت وتخفیف پر بحث کرتے ہوئے یسر وسہولت کے سات اسباب ملحوظ رکھے۔ جدید مسائل پر بحث وتحقیق ہر دور میں ضروری اور ہونا چاہیئے لیکن یہ بات قابل لحاظ رہے کہ اپنے اسلاف مجتہدین ومحققین کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے مطلب یہ کہ اپنے اسلاف مجتہدین ومحققین کے اصولوں کے مطابق جدید مسائل پر بحث اور تحقیق کیا جائے۔ کیونکہ اگر ایک محقق اسلاف

کے اصول چھوڑ کر تحقیق کر رہا ہے تو وہ انفرادی تحقیق اور رائے ہے جو کہ امت کو قبول نہیں۔ لہذا اپنے اسلاف کے اصولوں کو مدنظر رکھ کر جدید مسائل میں تحقیق کیا جائے۔

تمہید کے بعد اصل موضوع کے متعلق چند گزارشات عرض کرتا ہوں۔ طب جدید کے بعض نئی تحقیقات کا فقہی تفصیلی جائزہ پیش کرنے سے بندہ قاصر رہا کیونکہ عدم فرصت کی وجہ سے بندہ کو اتنا موقع نہ ملا کہ ڈاکٹر حضرات سے مل کر نئی طبی تحقیقات کے بارے میں تفصیلی رپورٹ حاصل کر کے تفصیلی فقہی جائزہ پیش کرتا۔

تاہم اس کے بارے میں اجمالی بحث پیش کی جارہی ہے اگر محققین علماء کرام نے توثیق وتائید کی تو قابل عمل ہے ورنہ نہیں۔

طب جدید کی تحقیقات کے متعلق عام طور پر چھ (۶) سوالات ذہن میں آتے ہیں۔

(۱) علاج کرتے وقت محرمات کے استعمال کا کیا حکم ہے۔

(۲) نجس اشیاء کے استعمال کا کیا حکم ہے۔

(۳) علاج کرتے وقت مریض کے اعضاء کاٹنے کا کیا حکم ہے۔

(۴) انسانی اعضاء کی پیوند کاری کا کیا حکم ہے۔

(۵) انسانی اعضاء کے علاوہ دیگر اشیاء کی پیوند کاری کا کیا حکم ہے۔

(۶) طبیب کیلئے مریض کے ستر کی طرف دیکھنے کا کیا حکم ہے۔

مندرجہ بالا چھ سوالات میں ذکر شدہ مسائل کلیات کا درجہ رکھتا ہے اور اس کے ذیل میں بہت جزئیات آسکتے ہیں۔ ان کلیات کے احکامات جاننے کے بعد ان کے جزئیات کے احکامات خود بخود معلوم ہوسکتے ہیں۔

مذکورہ بالا سوالات کے جوابات درجہ ذیل ہیں۔

سوال نمبر 1: علاج کرتے وقت محرمات کا استعمال کا کیا حکم ہے؟

جواب: علاج کرتے وقت ضرورت کے تحت محرمات کا استعمال مباح ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"یجوز للعلیل شرب الدم والبول واکل المیتة للتداوی اذا اخبرہ طبیب مسلم ان شفاءہ فیه ولم یجد من المباح مایقوم مقامه. (عالمگیری ج ۴ ص ۲۱۱)

بیمار کے لئے بطور علاج مردار کھانا اور خون وشراب پینا جائز ہے اس شرط کے ساتھ کہ کوئی مسلمان طبیب اسے اس کی اطلاع دیدے کہ اس میں شفاء ہے اور وہ کوئی دوسری ایسی مباح چیز نہ پائے جس میں شفاء ہو یا اس کا قائم مقام ہو۔

علامہ ابن نجیم مصریؒ بھی محرمات کے استعمال کو علاج کیلئے مباح فرماتے ہیں چنانچہ الاشباہ میں رقم طراز ہیں کہ

" الضرورات تبیح المحظورات ومن ثم جاز اکل المیتة عند المخمصة واساغة اللقمة بالخمر.

(الاشباہ والنظائر ج ا ص ۲۵۱)

یعنی ضروریات ممنوعات کومباح کردیتی ہیں اسی وجہ سے بھوک کی حالت میں مردار کا کھانا اور لقمہ جوکہ اٹک گیا ہوکوشراب کے ساتھ نگلنا جائز ہے۔

علامہ محمد خالد الدتاسیؒ فرماتے ہیں۔"ثم ھذہ الرخصة ثلاثة انواع نوع مباح کاکل المیتة والدم ولحم الخنزیر وشرب الخمر عند المجاعة اوالعصة اوالعطش فھذہ الاشیاء تباح عند الاضطرار لقولہ تعالیٰ (الاما اضطرارتم الیه) ای دعتکم شدة المجاعة الیٰ اکلھا والاستثناء من التحریم اباحة. (شرح المجلة ج ا ص ۵۵)

کہ یہ رخصت تین قسموں پر ہے ایک قسم وہ جوکہ صرف مباح ہے جیسے مردار، خون اور خنزیر کے گوشت کا کھانا اور شراب کا پینا بھوک کی حالت، پھندہ لگنے کی صورت یا شدت پیاس کی حالت میں ،بس شدت ضرورت کے وقت یہ اشیاء محرمات کو استعمال میں لانا مباح ہے۔اللہ تعالیٰ کے اس قول "الاما اضطرارتم الیه" کی وجہ سے یعنی بھوک کی شدت تمہیں ان کے کھانے کی دعوت دے یعنی مجبور کرے اور حرمت سے استثناء اباحت ہے۔

پس ثابت ہوا کہ شدت ضرورت کی وجہ سے اشیاء محرمات کا بطور علاج استعمال کرنا جائز ہے لہٰذا محرمات کوعلاج میں استعمال کیا جاسکتا ہے لیکن اس اصول کا خیال کرکے ما ابیح للضرورة یتقدر بقدرھا۔

سوال نمبر2: نجس اشیاء کے استعمال کا کیا حکم ہے؟

جواب: ضرورت کے تحت بیمار کیلئے دوائی کے طور پر خون اور پیشاب (جوکہ نجس ہیں) پینا جائز ہے اسی طرح بطور دوائی مردار کا کھانا بھی جائز ہے۔فتاویٰ ھندیہ میں ہے:

وتکرہ ابوال الابل ولحم الفرس وقالالاباس بابوال الابل ولحم الفرس للتداوی کذافی الجامع الصغیر. ولوان مریضا اشار الیه الطبیب بشرب الخمرروی عن جماعة من ائمة بلخ انه ینظر ان کان یعلم یقینا انه یصح حل له التناول وقال الفقیه عبد الملک حاکیا عن استاذہ انه لایحل التناول کذا فی الذخیرة یجوز للعلیل شرب الدم والبول واکل المیتة للتداوی اذااخبرہ طبیب مسلم ان شفاءہ فیه ولم یجد من المباح ما یقوم مقامه. (الفتاویٰ ھندیه ج۵ ص ۳۵۵)

اونٹ کا پیشاب اور گھوڑے کا گوشت مکروہ ہے صاحبین فرماتے ہیں کہ اونٹ کے پیشاب اور گھوڑے کے گوشت کو بطور دوائی استعمال کرنے میں کوئی خرابی اور گناہ نہیں۔کذافی الجامع الصغیر اگرکسی مریض کو طبیب نے شراب پینے کا مشورہ دیا تو بلخ کے ائمہ کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ وہ یہ دیکھے گا کہ اگر اس کو یقینی طور پر شراب کے پینے سے ٹھیک ہونے کا علم ہو تو پھر اس کے لئے اس کا تناول کرنا

حلال ہے اور فقیہ عبدالملک نے اپنے استاد سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کے لئے اس کا پینا جائز نہیں کذافی الذخیرۃ۔

جبکہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ بیمار کے لئے دوائی کے طور پر خون اور پیشاب کا پینا اور مردار کا کھانا جائز ہے جب کوئی مسلمان طبیب اس کو بتلائے کہ اس کی شفاء مذکورہ نجس اشیاء میں ہے اور وہ کوئی ایسی حلال چیز نہ پاتا ہو جو اس کے قائم مقام ہو۔ دوائی کے طور پر نجس اشیاء کا استعمال صرف اس صورت میں کیا جاسکتا ہے کہ اس کے علاوہ اس کے علاج کے لئے کوئی حلال چیز بطور دوا میسر نہ ہو اور احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے بطور دوائی نجس اشیاء کے استعمال کی اجازت دی ہے۔

سوال نمبر 3: علاج کرتے وقت مریض کے اعضاء کاٹنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر مریض کو غالب گمان یہ ہو کہ عضو کاٹنے سے ہلاکت کا کوئی خطرہ نہیں تو وہ زائد گوشت یا عضو وغیرہ کو کاٹ سکتا ہے۔ یعنی اس کا کاٹنا جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ "من له مضعة زائدة يريد قطعها ان كان الغالب الهلاك فلا يفعل والافلابأس به. (عالمگیری ج۵ ص ۳۶)

جس آدمی کے بدن پر زائد کوئی چیز، گوشت یا پھوڑا وغیرہ ہو اور وہ اس کے کاٹنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اس صورت میں اگر غالب گمان ہلاکت کا ہے تو پھر اسے نہیں کاٹے گا لیکن ہلاکت کا کوئی خطرہ وغیرہ نہ ہو تو اسے کاٹ سکتا ہے۔ فتاوی قاضی خان میں ہے۔

ولاباس بشق المثانة اذا كان فيها حصاة وفى الكيسانيات فى الجراحة المخوفة والقروح العظيمة والحصاة الواقعة فى المثانة ونحوها من العلل ان قيل قد ينجوو قديموت او ينجو ولا يموت تعالج. ويباح قطع اليد للاكلية ، رجل له سلعة او حجر فأراد ان يستخرجه ويخاف منه الموت قال ابو يوسف ان كان فعل احد فنجا فلا باس بان يفعل لانه يكون معالجة ولا يكون تعريضا للهلاک ، وفى الفتاوىٰ اذا اردان يقطع اصبعاً زائدة او شيأ اخر قال ابو نصرؒ ان كان الغالب على من قطع مثل ذلک الهلاک فانه لايفعل لانه تعريض النفس الهلاک وان كان بالغالب هو النجاة فهو فى سعة من ذلک، رجل وامرأة قطع اصبع زائدة من ولده قال بعضهم لا يضمن لانه معالجة ولهما ولاية المعالجة. (فتاوىٰ قاضى خان ج۴ ص ۳۶۹)

اگر مثانے میں کنکری ہو تو اسے چیرنے میں کوئی گناہ نہیں اور کیسانیات میں اس زخم کے متعلق جو کہ خوفناک یعنی خطرناک ہو اور ان زخموں کے بارے میں جو بڑے ہوں اور اس پتھر کے بارے میں جو مثانہ میں ہو اور اس طرح کی دوسری بیماریوں کے بارے میں درج ہے کہ اگر اس کے علاج سے آدمی ٹھیک ہونے اور مر جانے کے دونوں احتمال ہوں اور ٹھیک ہوتا ہو اور مرنے کا احتمال نہ ہو تو ان کا علاج کیا جائے گا اور سڑا دینے والی بیماری کی وجہ سے ہاتھ کاٹنا صحیح ہے۔ ایک آدمی کے بدن پر پھوڑا ہو یا اس کے مثانہ میں پتھر ہو اور وہ اس کے نکالنے کا ارادہ رکھتا ہے لیکن اسے موت کے واقع ہونے کا بھی خوف ہے تو امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ ایسی حالت میں اگر اس نے علاج کیا اور وہ تندرست ہوا تو پھر اس کو کوئی گناہ نہیں اس لئے کہ اس صورت میں یہ علاج ہوگا اور اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈالنا

نہ ہوگا۔اور فتاویٰ میں ہے کہ جب کوئی آدمی یہ چاہے کہ اپنی زائد انگلی یا دوسری کوئی چیز کاٹے تو اس سے اگر غالب گمان اس کے ہلاکت کا ہوتو پھر علاج نہیں کرے گا یعنی اسے نہیں کاٹے گا اس لئے کہ اس طرح کرنے سے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

اور اگر غالب گمان ٹھیک یعنی تندرست ہونے کا ہے تو پھر اسے رخصت ہے۔اسی طرح اگر ایک مرد و عورت نے اپنے بچے کی زائد انگلی کاٹی تو بعض فقہاء کے نزدیک یہ ضامن نہ ہونگے اس لئے کہ انہوں نے علاج کے طور پر اس کی انگلی کاٹی ہے اور انہیں علاج کی ولایت حاصل ہے۔اسی طرح فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ؛

اذا اراد الرجل ان يقطع اصجا زائد او شيأ اخر قال نصير ان كان الغالب على من قطع مثل ذلک الهلاک فانه لا يفعل و ان كان الغالب هو النجاة فهو فى سعة من ذلک . (عالمگیری ج٦ ص٣٦)

جب کوئی شخص انگلی یا کسی اور چیز کے کاٹنے کا ارادہ کرلے تو بقول نصیرؒ دیکھا جائے گا کہ اگر غالب گمان کاٹنے کی وجہ سے ہلاکت کا ہوتو پھر نہیں کاٹا جائے گا اور اگر غالب گمان موت سے بچ جانے کا ہوتو پھر اس میں کاٹنے کی گنجائش اور رخصت ہے۔

سوال نمبر 4: انسانی اعضاء کی پیوند کاری کا کیا حکم ہے؟

جواب: انسانی اعضاء کی پیوند کاری میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ جسم کا جو حصہ کٹ گیا ہے اب اس کو دفن کیا جانا واجب ہے اسے دوبارہ استعمال نہیں کیا جائے گا۔" **فاذا انفصل استحق الدفن ككله و الاعادة صرف له عن جهة الاستحقاق.**"

پس جب بدن سے کوئی جزء جدا ہو گیا تو وہ دفن کا مستحق ہوگا جیسے کل بدن اور اس جزء کو دوبارہ استعمال کرنا اس کو اس کے استحقاق سے روکنا ہے۔امام ابو یوسفؒ اسے جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ انسان کا خود اپنے جزء سے انتفاع ازقبیل اہانت نہیں ہے۔بدائع الصنائع میں امام ابو یوسفؒ کا قول اس طرح درج ہے **ولا اهانة فى استعمال جزء منه.** اپنے جزء کے استعمال میں اس کی اہانت نہیں ہوتی۔

فقہائے کرام نے امام یوسفؒ ہی کا قول اختیار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یعنی جائز ہے۔

جو فقہاء کرام اس سے منع فرماتے ہیں وہ یہ علت پیش کرتے ہیں کہ انسانی مکرم و محترم ہے اور اس کے تمام اجزاء معظم ہیں۔

علامہ جلال الدین خوارزمی فرماتے ہیں۔" **و الادمى بجميع اجزائه مكرم مصون عن الابتذال بالبيع وغيره .**

(الكفايه على هامش فتح القدير ج٦ ص ٦١)

آدمی اپنے تمام اجزاء کے ساتھ مکرم و محترم ہے بیع وغیرہ سے منع کیا گیا ہے۔ابن الہمامؒ فرماتے ہیں:" **قوله ولا يبيع لبز امرأة (اى لايجوز) وعند الشافعى يجوز ونحن نمنع انه مشروب مطلقابل للضرورة حتى اذا ستغنى عز الرضاعة لا يجوز شربه والانتفاع به يحرم حتى منع بعضهم حبس فى العين الرمداء وبعضهم اجازه اذا عرف انه دواء.**(فتح القدير ج٦ ص ٦١)

عورت کا دودھ میں بیع جائز نہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے اور ہم منع کرتے ہیں کہ یہ مشروب نے مطلقاً بلکہ یہ ضرورت کی وجہ سے مشروب ہے اسی وجہ سے جب بچہ ماں کے دودھ پینے سے مستغنی ہو جائے تو پھر اس کا پینا جائز نہیں اور اس سے نفع حاصل کرنا حرام ہے اور حتیٰ کہ بعض نے تو اسے دکھتی آنکھ میں بھی ڈالنا منع فرمایا ہے اور بعض نے اس کی اجازت دی ہے جب اسے یقین ہو کہ یہ دوا ہے۔

علامہ برہان الدین مرغینانیؒ فرماتے ہیں کہ: "ولا یجوز بیع شعور الانسان ولاالانتفاع بھالان الادمی مکرم." انسان کے بال بیچنا جائز نہیں اور نہ اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے اس لئے کہ آدمی قابل عزت ومحترم ہے۔ امام ابو یوسفؒ اسے جائز قرار دیتے ہیں اور یہ ضرورۃ جائز ہے کیونکہ الضرورات تبیح المحظورات کہ ضرورت کی وجہ سے ممنوع چیزیں جائز قرار پاتی ہیں۔ اسی طرح المشقة تجلب التیسیر کہ جب مشقت پیدا ہو جائے تو یسر و آسانی کی راہ اختیار کی جاتی ہے۔

اس سلسلہ میں قرآن پاک کے وہ آیات بھی مستدل ہیں جس میں جان بچانے کے لئے حالت اضطرار میں حرام چیزوں کے کھانے وغیرہ کی اجازت دی ہے۔ یہ بات صحیح ہے کہ شارع نے انسان کو مکرم ومحترم تو ضرور قرار دیا ہے یعنی اس کی توہین سے گریز کرنا چاہیئے لیکن انسانی جان کے تحفظ اور بقاء کی خاطر قابل احترام چیزوں کی استعمال کیا جا سکتی ہے۔

سوال نمبر 5: انسانی اعضاء کے علاوہ دیگر اشیاء کی پیوند کاری کا کیا حکم ہے؟

جواب: انسانی اعضاء کے علاوہ دیگر اشیاء کی اعضاء سے پیوند کاری جائز ہے اس میں اختلاف نہیں ہے یعنی یہ بالاتفاق جائز ہے۔

علامہ فخر الدین قاضی خانؒ لکھتے ہیں: "واذا تحرکت ثنیة الرجل ولم تسقط الاانه یخاف سقوطھا فشدھا بذھب اوفضة لاباس به ولیس ھذا کالحلی وان سقطت ثنیة الرجل قال ابوحنیفة یکره ان یعیدھا ولیشدھا ولکن یاخذ من شاة ذکیة ویشدھا مکانھا وقال ابویوسف لاباس بان یشد ثنیة فی موضعھا ولیس ھذا کسن میت وکذا سقط سنه لاباس بان یتخذ سنامن فضة. (قاضی خان ج۴ ص ۳۷۱)

سامنے کے اوپر نیچے والے دو دو دانت ہلنے لگے لیکن گرتے نہ ہوں مگر اسے ان کے گرنے کا خوف ہو تو امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ انہیں سونے یا چاندی سے مضبوط کرنے میں کوئی حرج نہیں اور زیورات کی طرح نہیں۔ اور اگر آدمی کے اوپر نیچے سامنے والے دانت گر جائیں تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ انہیں دوبارہ لگانا مضبوط کرنا مکروہ ہے بلکہ ذبح شدہ بکری کے دانت لگائے گا اور امام یوسف نے فرمایا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ اپنے انہیں دانتوں کو اپنی جگہ پر لگائے اور یہ مردہ کے دانتوں کی طرح نہیں اور اسی طرح جب اس کے دانت گر جائیں تو چاندی کے دانت لگانے میں کوئی قباحت نہیں۔

بحر الرائق میں ہے: " واذاسقطت ثنیة فانه یکره ان یعیدھا ویشدھا بذھب اوفضة ولکن یاخذ من شاة مذکاة فیجعلھا مکانھا عند الامام. (البحر الرائق ج۸ص ۱۸۶)

اگر آدمی کے دانت گر جائیں تو انہیں دوبارہ لگانا یا انہیں سونے اور چاندی کے ساتھ مضبوط کرنا مکروہ ہے بلکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ذبح شدہ بکری کے دانت اس جگہ لگائی جائیں۔

لہٰذا یہ بالاتفاق جائز ہے کہ دیگر اشیاء کی انسانی پیوند کاری کرسکتا ہے۔

سوال نمبر 6: طبیب کے لئے مریض کے ستر کی طرف دیکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: شدت ضرورت کی وجہ سے مریض کے ستر کی طرف طبیب بقدر ضرورت دیکھ سکتا ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

امرأة اصابتها قرحة فی موضع العورة لایحل لرجل ان ینظر الیها ولکن یعلم امرأة لتداویها فان لم یجدوا امرأة تداویها ولا امرأة تتعلم ذلک اذاعلمت وخیف علیها البلاء والوجع والهلاک فانه یستر عنها کل شئ الاموضع تلک القرحة ثم یداویها الرجل ویغض بصره ما استطاع الاعن ذلک الموضع ولافرق فی هذا بین ذوات المحارم وغیرهن وللقابلة ان تنظر الی فرج المرأة عند اخذ الولد لمکان الضرورة وکذاللحجام ان ینظر الی فرج البالغ عند الختان. (فتاوی قاضی خان ج۴ ص ۳۶۸)

ایک عورت کے موضع ستر میں پھوڑا وغیرہ نکل آیا تو مرد کے لئے جائز نہیں کہ اس کی طرف دیکھے بلکہ کسی عورت کو اس کی علاج کی تعلیم دی جائیگی بس اگر علاج کرنے والی کوئی عورت نہ پائی جائے اور نہ کوئی ایسی عورت جسے تعلیم دی جائے اور اس حالت میں عورت پر سخت تکلیف، درد اور ہلاکت کا خدشہ ہو تو ایسی حالت میں عورت بجز درد والی جگہ کے باقی ہر چیز چھپائے گی۔ پھر مرد اس کا علاج کرے گا۔ اور اپنی نظر ماسوائے اس پھوڑے والی جگہ کے نیچے رکھے گا، اور اس مسئلہ میں محارم اور غیر محارم کا کوئی فرق نہیں۔ اور دائی کے لئے بچہ کی پیدائش کے دوران عورت کی شرم گاہ کی طرف دیکھنے کی اجازت ہے اور اسی طرح حجام کو کسی بالغ کو ختنہ کرتے وقت اس کے شرم گاہ کی طرف دیکھنے کی اجازت ہے۔

علامہ حصکفیؒ رقم طراز ہیں:

ینظر الطبیب الی موضع مرضها بقدر الضرورة اذا الضرورات تتقدر بقدرها وکذانظر قابلة وختان وینبغی ان یعلم امرأة تداویها لان نظر الجنس الی الجنس اخف. (الدرالمختار علی هامش المحتار ج۵ ص ۲۶۲)

طبیب یعنی ڈاکٹر عورت کے موضع مرض کو بقدر ضرورت دیکھ سکتا ہے اس لئے ضروریات اپنی مقدار کے بقدر ہوتی ہیں اور اسی طرح دائی اور حجام کے لئے بھی دیکھنا بقدر ضرورت مباح ہے اور مناسب یہ ہے کہ طبیب کسی عورت کو تعلیم دے تاکہ وہ اس کا علاج کرے کیونکہ جنس کی اپنی جنس کی طرف نظر کرنا زیادہ اخف ہے۔

اس طرح محیط اور بحرالرائق وغیرہ میں بھی اس کی صراحت موجود ہے کہ ضرورت کے وقت ڈاکٹر عورت کے موضع مرض کو دیکھ سکتا ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وآله واصحابه اجمعین